77 Mursalaath Makky Aayaath 50

سورۃ والمرسلات

مکیہ ہے اور اس میں پچاس (۵۰) آیتیں ہیں

ماقبل سے ربط ماقبل سورت کا اختتام یدخل من یشآء فی رحمتہ والظالمین اعد لھم عذابا الیما پر ہوا تھا یعنی اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمائے اور جو گنہگار ہیں ان کے واسطے دردناک عذاب تیار ہے " جس سے معلوم ہوا تھا کہ انسان دو طرح کے ہیں۔ نیک (مومن) دوسرے بد (کافر) اس سورت شریفہ کو بھی ان ہی دو قسم کے لوگوں کے بیان سے آغاز فرمایا جا رہا ہے۔ اور ہر ایک کا انجام قسموں کے ساتھ موکد کر کے بصراحت تبلایا جا رہا ہے۔

شان نزول حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ بینما نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غار بمنیً اذ نزلت علیہ سورۃ والمرسلات عرفا فانہ یتلوھا وانی لا لقاھا من فیہ وان فاہ لرطب بہا اذ وثبت علیہ حیۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقتلوھا فابتدرناھا فذھبت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقیت شرکم کما وقیتم شرھا۔ (بخاری)

مسلم، نسائی، ابن مردویہ) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہم منیٰ کے ایک غار میں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ پر والمرسلات عرفا کی سورت شریفہ نازل ہوئی۔ آپ اس کی تلاوت فرماتے جاتے تھے اور میں راست آپ کے دہان مبارک سے اسکو حاصل کرتا جارہا تھا اور آپ کا دہن مبارک اس کی تلاوت سے رطب اللسان تھا۔ اتنے میں آپ پر ایک سانپ حملہ آور ہوا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ارشاد فرمایا کہ اس کو مار ڈالو۔ ہم سب اس پر جھپٹ پڑے۔ پر وہ چلا گیا۔ حضرت نبی دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے برے سلوک سے بچا لیا گیا جیسا کہ تم اس کے شر سے بچا لئے گئے۔ حکمت الٰہی جس امر کی مقتضی تھی ہوا ہی، لیکن اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ یہ سورت شریفہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں نازل ہوئی۔ چنانچہ اس مقام پر ایک مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد والمرسلات کے نام سے اب تک موجود و محفوظ ہے۔ حجاج ہر سال اس کی زیارت کرتے ہیں اور فقیر کو اس سال بھی بفضلہ تعالیٰ اس مسجد شریف کی تازہ زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی احسانہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

77-1
77-2
77-3
77-4
77-5
77-6
77-7

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۙ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۭ

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی، پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے، پھر ابھارنے والیوں کی اٹھا کر، پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر، پھر فرشتوں کی جو اتار کر لائیں وحی، الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو، مقرر جو تم سے وعدہ ہوا وہ ضرور ہونا ہے۔

روز جزا کی اہمیت یہاں پانچ چیزوں کی قسم کھائی جا رہی ہے۔ مرسلات، عاصفات، ناشرات، فارقات اور ملقیات۔ یعنی ان پانچ چیزوں کو گواہ قرار دیا جا رہا ہے اسی سے مابعد کلام کی اہمیت ظاہر ہو رہی ہے کہ جو مضمون روز جزا کے آنے سے متعلق آگے بیان کیا جا رہا ہے وہ کتنا مہتم بالشان ہے۔ پھر ان میں سے پہلے کی تین چیزوں سے ہوائیں مراد ہیں اور باقی دو سے ملائکہ مراد ہیں۔ یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔ والمرسلات عرفا قال الریح فالعاصفات عصفا قال الریح فالفارقات فرقا قال الملائکۃ فالملقیات ذکرا قال الملائکۃ (ابن جریر) والمرسلات عرفا سے ہوائیں مراد ہیں اور فالعاصفات عصفا سے بھی ہوائیں مراد ہیں (اور والناشرات نشرا سے بھی ہوائیں مراد ہیں) اور فالفارقات فرقا سے

اور فالفارقات فرقا سے فرشتے مراد ہیں اور والملقیات ذکرا سے بھی فرشتے مراد ہیں۔
ہمارا ترجمہ بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًا
سے بھی ہم نے ہوائیں مراد لی ہیں اس بنا پر کہ یہ معنی اقرب الی الفہم ہیں۔ واللہ اعلم۔

دیگر تفاسیر دیگر روایات میں ان پانچوں سے کسی میں فرشتے، کسی میں ہوائیں،
کسی میں قرآن کریم کی آیات اور کسی میں انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام مراد لئے
گئے ہیں۔ اور ہر اعتبار سے ان آیات کریمہ کے معانی درست ہوسکتے ہیں۔ اس سے
قرآن کریم کی بلاغت ظاہر ہے کہ ایسے جامع کلمات ارشاد ہوئے ہیں کہ مذکورہ معانی
میں سے جو معنی بھی مراد لئے جائیں مضمون درست ہوجاتا ہے۔

آیاتِ مذکورہ کی تفسیر بہرحال ارشاد ہو رہا ہے کہ چلتی ہواؤں کی قسم ہے جو پے در پے
چل کر دلوں میں خوشی پیدا کرتی جاتی ہیں۔ پھر زور زور سے چل کر درختوں کو جھونکے دیتی
جاتی ہیں، پھر ابر کو ابھار کر آسمان پر پھیلاتی جاتی ہیں۔ پھر ان ہی ہواؤں کی قسم جو ابر کو
پھاڑ کر زمین کے قطعات پر بانٹتی جاتی ہیں جس کی بدولت اللہ سبحانہ کے حکم کے مطابق
بارش ہوتی اور راحت و مسرت کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ ان فرشتوں کی
قسم ہے جو جبرئیل علیہ السلام کی سرکردگی میں وحی الہی اتار لاتے اور پیغمبروں کو پہنچاتے
ہیں۔ اس میں دو فائدے ہیں۔ ایک یہ کہ یوں کہنے کا کافروں کے لئے کوئی عذر و حیلہ

باقی نہ رہے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب اتاری جاتی تو ہم اس پر یقین لاتے اور اس کی بموجب عمل کرتے ۔ دوسرا یہ کہ اگر تم وحی الٰہی کو نہ مانوگے اور اس پر عمل پیرا نہ ہوگے تو تمہارے لئے یہ دائمی عذاب تیار ہے ۔ پس یہ پانچوں چیزیں گواہ ہیں کہ وحی الٰہی دلوں کو گرمانے والی اور ارواح کو تازگی بخشنے والی آچکی ۔ اور اس پر بھی گواہ ہیں کہ قیامت یعنی روز جزا کا وعدہ جو رسولوں کے ذریعہ دیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا ۔ روز جزا اپنے وقت پر آئیگا اور ہر ایک کو جزائے اعمال ملیگی ۔

ہواؤں کے اقسام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :۔ الریاح ثمان اربع منھا عذاب واربع منھا رحمۃ فالعذاب منھا العاصف والصرصر والعقیم والقاصف والرحمۃ منھا الناشرات والمبشرات والمرسلات والذاریات ۔ فیرسل اللہ المرسلات فتثیر السحاب ثم یرسل المبشرات فتلقح السحاب ثم یرسل الذاریات فتحمل السحاب فتدر کما تدر اللقحۃ ثم تمطر وھی اللواقح ثم یرسل الناشرات فتنشر ما اراد ۔ (ابن مردویہ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ) ہواؤں کی آٹھ قسمیں ہیں ۔ ان میں سے چار عذاب کے لئے اور چار رحمت کے لئے ہیں ۔ عاصف ، صرصر ، عقیم اور قاصف ، عذاب کے لئے ہیں (چنانچہ جن قوموں پر ہوا کا عذاب آیا اس کے سلسلہ میں ان ہواؤں کا بیان آیا ہے اور انکی تفسیر بھی گزر چکی) اور

ناشرات' مبشرات' مرسلات اور ذاریات' یہ رحمت کی ہوائیں ہیں چنانچہ اللہ سبحانہ تعالیٰ مرسلات کو بھیجکر ابر کو اٹھاتا ہے۔ پھر مبشرات کو بھیجکر ابر میں پانی کا تخم پہنچاتا ہے۔ پھر ذاریات کو بھیجکر ابر کو پانی سے بھرپور کرتا ہے' پھر ابر کی حالت گابھن اونٹنیوں کی طرح ہوجاتی ہے کہ اب جنتی ہیں یا جب۔ ان کو لواقح کہتے ہیں پھر پانی برسنے لگتا ہے۔ پھر ناشرات کو بھیجتا ہے تو ان سے ارادۂ الٰہی کے مطابق رحمت کا سامان بہم پہنچاتا ہے" مذکورہ آیات کریمہ میں ان آٹھ ہواؤں میں سے تین کا ذکر آیا ہے۔ مرسلات' عاصفات' ناشرات' انکیں سے مرسلات و ناشرات' رحمت کی ہوائیں ہیں اور عاصفات عذاب کی۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بالا بھی اس حدیث شریف کے عین مطابق ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری تفسیر | دیگر روایات کے لحاظ سے ان آیات کریمہ کے معنی یوں ہوں گے۔ قسم ہے بھیجی ہوئی آیات یا جماعت ملائکہ یا جماعت انبیاو رسل علیہم الصلاۃ والسلام کی جو امر بالمعروف لیکر آئی ہیں پھر ان کو تیزی سے بندگان خدا تک پہنچاتی ہیں' پھر ان کو بندوں میں پھیلاتی اور ان احکام کی اشاعت کرتی ہیں۔ پھر حق و باطل کا فرق اچھی طرح بتاتی ہیں جس کے بعد کوئی تشنگی یا ابہام باقی نہیں رہنے پاتا۔ پھر اللہ سبحانہ کا ذکر یا اس کے احکام و نصائح بندگان خدا کے ذہن نشیں کرتے ہیں خواہ الزام اتارنے کے لئے یا ڈرسنانے کے لئے۔ ان پانچوں قسم کی چیزوں کو گواہ کرکے آخر پر ارشاد ہو رہا ہے:۔ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ۔ بیشک جزا کا وعدہ

جو دیا گیا ہے وہ اپنے وقت پر ضرور وقوع پذیر ہو کر رہیگا۔ یوم جزا کی آمد کو اس اہتمام سے
اس لئے بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کفار اس کے منکر ہیں۔

77-10 فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۝ وَإِذَا الْجِبَالُ 77-8 77-9
77-13 نُسِفَتْ ۝ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ ۝ لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ ۝ لِيَوْمِ 77-11 77-12
77-15 الْفَصْلِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ 77-14

پھر جب تارے مٹا دئے جائیں، اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں، اور جب پہاڑ اڑا دئے جائیں، اور جب رسولوں کا وقت مقرر ہو جائے، کس دن کیواسطے ان چیزوں میں دیر ہے؟ اس فیصلے کے دن کے واسطے، اور آپ نے کیا بوجھا، کیا ہے فیصلہ کا دن؟ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔"

آیات صدر کی تفسیر یعنی یہ کفار اس وقت روز جزا کا انکار کرتے اور اسکو جھٹلاتے ہیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب کہ یہ جگمگاتے ستارے بے نور ہو جائیں گے۔ ان کی روشنی گل ہو جائے گی۔ اور یہ آسمان جو ایک بے ستون خیمے کی طرح ان کے سروں پر سایہ فگن ہے جس میں کہیں کوئی خلل نظر نہیں آتا ہے، ایک دن اس میں شگاف پڑ جائیں گے اور آسمان جا بجا سے پھٹ جائے گا۔ نیز یہ پہاڑ جن کی سر بہ فلک چوٹیاں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔

اور جب سے یہ پیدا ہوئے ہیں اپنی جگہ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ اور کتنے ہی حوادث اور طوفان روئے زمین پر آئے مگر یہ پہاڑ جگہ سے ہل نہ سکے لیکن ایسے بلند و بالا، مضبوط و مستحکم پہاڑوں پر بھی ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ وہ روئی کے گالوں کی طرح سُبک اور بے وزن ہو کر اُڑا دیے جائیں گے۔ اس میں خود مکہ مکرمہ کے پہاڑ بھی داخل ہیں کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا اور زمین اِس سرے سے اُس سرے تک صاف چٹیل میدان بن جائیگی۔ کسی قسم کا نشیب و فراز، توڑ موڑ، کجی یا رکاوٹ برقرار نہ رہیگی۔ اور یہ انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام جو ہر عہد اور زمانے میں اپنی اپنی قوموں اور امتوں کی طرف مبعوث ہوئے اور دعوت توحید دیتے رہے اور قیامت کے آنے کی خبریں سناتے رہے، یہاں تک کہ سب سے آخر میں حضرت نبی آخر الزماں علیہ صلوات الرحمٰن کھلے معجزات اور آیات بینات کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور درس توحید دیتے اور قیامت کا ڈر سناتے جا رہے ہیں کہ وہ یوم الجزا ہے اس دن تمام اعمال کا رتی رتی حساب کرکے اس کی جزا دیجائیگی۔ ان خیراً فخیرٌ و ان شراً فشرٌ اگر عمل اچھا ہو گا تو اس کی جزا بھی اچھی ملیگی اور اگر عمل بُرا ہو گا تو سزا بھی بُری تجویز ہو گی۔ نیز قیامت کا ایک دن مقرر ہے جو اللہ سبحانہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں وہ اچانک طور پر اپنے مقررہ وقت پر

آجائے گا۔ اِس وقت ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ قیامت کے آنے میں دیر اور تاخیر ہے۔ مگر جب وہ آجائیگی تو سب سراسیمہ پریشان اور حواس باختہ رہ جائیں گے کہ ہاں یہ کیا ہوگیا اور کیسے ہوا؟ ایسا معلوم ہوگا کہ اس کے آنے میں کچھ بھی دیر نہیں لگی بلکہ وقت سے بہت پیشتر آگئی۔ سنبھلنے کا موقع تک نہ مل سکا۔ بہرحال ان تمام پیغمبران علیہم الصلاۃ والسلام کی منتظرہ ساعات ختم اور موعودہ ساعت اپنے وقت پر آجائیگی۔ اور تمام پیغمبراں اپنی اپنی امتوں کے ساتھ ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔

قیامت سے پہلے امور عظام کا ظہور آسمان کے تاروں کا بے نور ہو جانا' آسمانوں میں شگافیں پڑجانا اور ان کا پھٹ جانا' پہاڑوں کا اڑادیا جانا' اور رسولوں کی میقات کا ختم ہو جانا اور سب کا ایک جگہ اپنی امتوں کے ساتھ جمع ہوجانا۔ ان تمام امور عظیمہ کا ظہور تو امر یقینی ہے یہ سب کچھ ہو رہیگا لیکن اس کے لئے آخر یہ ڈھیل اور تاخیر کیوں ہے کبھی اس پر بھی غور کیا؟ یہ مہلت اور تاخیر و تاجیل اسی لئے ہے کہ فیصلہ کا دن جو اللہ سبحانہ کے ہاں مقرر ہے وہ ابھی آیا نہیں ہے۔ اس کی آمد کا وقت جب قریب ہوگا تو مذکورۂ بالا امور عظام ظہور پذیر ہونا شروع ہوں گے اور ایک ایک کرکے سب کے سب ظاہر ہوجائیں گے اور ان کا ظہور یوم الفصل کے آنے کی کھلی علامت اور نشانی ہوگی۔

جس کو دیکھ کر ہر کس و ناکس سمجھ جائے گا کہ یہ کسی نہ کسی امر عظیم کا پیش خیمہ ہے۔

یوم الفصل کی اہمیت اب رہی یہ بات کہ وہ "یوم الفصل" کیا ہے اس کی حقیقت بھی کچھ معلوم ہے یا یہ کہ یوم الفصل کو بھی دنیا کے اور ایام کی طرح سمجھ رکھا ہے۔ نہیں نہیں، وہ دن، اور ایام کی طرح نہیں ہے۔ وان یوماً عند ربّك كالف سنة ممّا تعدون۔ تمہارے پروردگار کے پاس کا ایک دن، تمہاری شمار اور حساب کے اعتبار سے تمہارے ایک ہزار برس کے برابر ہوتا ہے" پھر ایک ہزار برس کے برابر کا ایک دن، اللہ پاک کے پاس کا عام دن ہے۔ رہا یوم الفصل وہ ایک ہزار برس کے برابر نہیں بلکہ پچاس ہزار برس کے برابر کا وہ ایک دن ہوگا۔ یوم کان مقداره خمسین الف سنة اور وہ دن جب آجائے گا تو اس کی اہمیت اور عظمت شان کچھ نہ پوچھو۔ مختصراً یوں سمجھ لو وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ اس دن اس کے جھٹلانے والوں کی بس تباہی اور بربادی ہی ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں"

ویل کی تفسیر ۱۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ ویلٌ وادٍ فی جهنم یهوی فیه الکافر اربعین خریفا قبل ان یبلغ قعره۔ (امام احمدؒ، ترمذیؒ، ابن جریرؒ، ابن ابی حاتم، حاکم بروایت صحیحہ)

بیہقی، ابن ابی الدنیا، ہناد) جہنم کی ایک وادی (ندی) کا نام ویل ہے جس میں ایک ایک کافر چالیس سال تک اترتا رہیگا اور ابھی اسکی تہ تک پہنچنے نہ پائیگا۔"

۲۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ الویل وادٍ فی جھنم یسیل صدید اھل النار جعل اللّٰہ للمکذّبین۔ (بیہقی، ابن المنذر) ویل جہنم کی ایک ندی کا نام ہے جس میں دوزخیوں کے (پھوڑوں کا) پیپ بہتا ہوگا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس کا عذاب جھٹلانے والوں کے لئے مختص فرمایا ہے۔"

۳۔ عطاء بن یسارؓ فرماتے ہیں:۔ الویل وادٍ من صدید جھنّم لو سیّرت فیہ الجبال لانذابت من حرّہ۔ (بیہقی، ابن جریر، ابن مبارک) ویل نامی ایک ندی ہے دوزخیوں کے پیپ کی، اگر اس میں پہاڑ بھی جھونک دیے جائیں تو وہ اس کی حرارت اور تپش سے پگھل جائیں۔"

۴۔ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ الویل جبل فی النار۔ (ابن جریر) ویل نام کا دوزخ میں ایک پہاڑ بھی ہے۔" اس کی تائید اور توضیح حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ انّ فی النار حجرا یقال لہ ویل یصعد علیہ العرفاء

ویل نزلون۔ (بزار) دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کو ویل کہا جاتا ہے۔ کافروں کے سرداروں کو اس پر چڑھتے اور اترتے رہنے کی سزا دی جائیگی اور وہ اس پر چڑھتے اور اترتے رہیں گے۔"

روایات بالا کی تطبیق ویل کی تفسیر کبھی وادی اور وادی صدید کبھی جبل النار وغیرہ سے جو کی گئی ہے اس سے معانی کا اختلاف مراد نہیں ہے بلکہ اس میں انواع و اقسام کے جو عذاب ہیں ان کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ تبلانا یہ منظور ہے کہ اس میں طرح طرح کے عذاب ہیں جو کافروں کے درجات کفر اور ان کے انواعِ معاصی کے اعتبار سے ہر ایک کے لئے جداگانہ عذاب مسلط کئے گئے ہیں وہ اپنی نوعیت جرم کے لحاظ سے مختلف سزائیں پاتے رہیں گے۔ غالباً یہی سبب ہے کہ اس سورۃ کریمہ میں آیۂ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ کا اعادہ دس دفعہ فرمایا گیا ہے تا معلوم ہو کہ ویل ایک عذاب نہیں بلکہ اس میں کئی قسم کے عذاب ہر جرم کی نوعیت کے لحاظ سے رکھے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت قتادہ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ویل لهم واللہ ویلا طویلا۔ (عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) خدا کی قسم! ان جھٹلانے والوں کے لئے ابدالآباد کی تباہیاں ہیں جن کا سلسلہ دراز ہے۔" واللہ اعلم۔

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝

كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ 77-18 77-19

کیا ہم نے نہیں مار کھپایا پہلوں کو' پھر ان کے پیچھے بھیجتے رہے پچھلوں کو' ہم ایسا ہی

کیا کرتے رہیں گے گنہگاروں کے ساتھ' خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی''

فنائے دنیا کا انکار اور اس کا جواب

کفار جس طرح انسان کے مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کے منکر تھے' اسی طرح قیامت کے قریب تمام روئے زمین کے انسانوں کے ایک ساتھ مرجانے اور فنا ہونے کے بھی منکر تھے اور اس بات کو بعید از عقل خیال کرتے تھے کہ جملہ انسان ایک آن میں ہلاک ہوجائیں۔ کیونکہ ان کا مشاہدہ یہ تھا کہ کبھی کبھی کسی محلہ یا گاؤں میں اکا دکا کوئی مرتا ہے۔ پوری بستی ہلاک نہیں ہوتی۔ جب پوری بستی کا یہ حال ہے کہ وہ صحیح سلامت رہتی ہے تو پوری دنیا کی آبادی بیک وقت کیونکر ختم ہوسکتی ہے؟ ان آیات کریمہ میں اس زعم باطل کا جواب دیا جارہا ہے کہ قرب قیامت میں دنیا کی پوری آبادی کو یک دم ختم کردینا ہمارے لئے کونسی مشکل بات ہے' درحالیکہ اس قسم کے ہلاکت خیز نمونے ہر زمانے میں دکھائے جاتے رہے ہیں۔ کیا ہم نے اگلے لوگوں کو نہیں مار کھپایا جو تمہاری طرح خدا کا اس کے رسولوں کا' اس کی کتابوں کا اور یوم الفصل کا انکار کرتے اور ان سب کو جھٹلایا کرتے تھے۔ ذرا ماضی بعید پر نظر ڈالو کہ

قوم نوحؑ، قوم ہودؑ اور ثمود کے ساتھ کیا سلوک ہوا؟ اسی طرح ماضیٔ قریب کے واقعات کو یاد کرو کہ قوم لوطؑ، قوم شعیبؑ اور قوم موسیٰؑ کا کیا حشر ہوا؟ یہ اقوام تمھارے مقابلہ میں قوی الجثۃ، بڑے متمول ہونے کے علاوہ بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کے مالک تھے۔ جب انھوں نے تکذیب کی تو ہمارے حکم کے آگے ان کی ایک نہ چل سکی تو پھر تم کس شمار و قطار میں ہو؟ تم بھی ان کی طرح انکار قیامت اور تکذیب رسل کی روش اختیار کرتے جا رہے ہو۔ اگر تمھارا طرز ہمارے رسولوں کے ساتھ یہی رہیگا کہ ان کو جھٹلاتے جاؤ گے اور روز قیامت جو یوم الفصل ہے جس میں ہر امر کا کھلا فیصلہ ہونے والا ہے اس سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کا انکار کرتے رہو گے تو یاد رکھو تم پر بھی وہی سنۃ اللہ مستقبل میں بھی جاری ہوگی جس میں کسی قسم کی تبدیل نہیں ہے۔ اگلی قوموں اور ان کے بعد کی اقوام کی طرح تم بھی حرف غلط کے مانند مٹا دیے جاؤ گے۔ اُن پر جب عذاب الٰہی آیا تھا تو کیا کوئی اس سے بچ سکا تھا؟ جب ساری قوم ایک آن میں ہلاک و برباد ہوسکتی ہے اور اسی طرح ہلاک ہوتی رہی ہے تو قرب قیامت میں تمام انسانوں کا یک دم فنا ہوجانا بعید از عقل کیوں قرار پا سکتا ہے۔ ہم نے ہی ان کو ہلاک و برباد کیا تھا تو ہماری قوت قاہرہ کے آگے روئے زمین کے تمام انسانوں اور دنیا کی پوری آبادی کو یک دم ختم کر دینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

ویل یومئذ کی تکرار کا مقصد وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔ ان جھٹلانے والوں کی بھی اس دن بڑی تباہی و بربادی ہے۔" اس آیۂ کریمہ کے بار بار اعادے اور تکرار کی دو طرح توجیہ کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ کسی ایک دعوے کا اثبات کئی دلائل سے کیا جائے تو ہر دلیل کے ختم پر کسی جملۂ خاص کا اعادہ و تکرار مستحسن اور معروف بات ہے۔ کلام عرب میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ شعراء بھی اپنی نظموں میں کسی مصرعہ یا شعر کا اعادہ کرتے ہیں۔ شعرائے عجم کی اصطلاح میں اس کو "ترجیع بند" کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض شعراء نے "بلغ العلیٰ بکمالہ" یا "مرحبا سید مکی مدنی العربی" کا اعادہ کیا ہے۔ اس سے دعوے کا پوری طرح اثبات اور اس کا ناقابل تردید ہونا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ سامع اور مخاطب کے نزدیک دعوے کی حقانیت اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اور دعوے کی صداقت کا یقین کامل حاصل ہو۔

تکرار کا دوسرا مقصد دوسری توجیہ یہ ہے کہ گو بظاہر ایک ہی جملہ کا اعادہ ہو رہا ہے لیکن ہر جگہ اس کے معنی بدلتے جائیں۔ اور سابق معنی سے الگ، دوسرے معانی مراد ہوں۔ اس صورت میں حقیقۃً تکرار و اعادہ نہ ہوگا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہر موقع اور محل کے لحاظ سے جب ایک جملہ کے الگ الگ معانی پیدا ہوں تو

اس معنی آفرینی سے ایک طرف متکلم کا قادر الکلام ہونا اور اس کا کمال بلاغت ظاہر ہوگا۔ اور دوسری طرف سامع کو ہر جدید معنی پر ایک نیا لطف آتا جائے گا۔ یہ فوائد تو کلام شعرا میں کسی بیت کے اعادے اور تکرار سے بھی حاصل ہوتے ہیں جو محض بات ہی بات ہوتی ہے۔ رہا کلام الٰہی چونکہ وہ محض بات ہی بات نہیں اور نہ کسی سے اس کے حسن کی داد لینی مقصود ہے بلکہ وہ تعلیم و ہدایت کیلئے نازل ہوا ہے اور یہ دو طرح پر ہے۔ یا تو کسی امر خیر کی خوشخبری دی جارہی ہوگی یا کسی ہولناک امر سے ڈرایا جارہا ہوگا۔

ویل یومئذ کی تفسیر

ویل یومئذ للمکذبین میں امر دوم مراد ہے یعنی یوم الفصل کی اہمیت جتائی جارہی ہے۔ اور ہر موقع پر اس آیہ کریمہ کے جدید معنی اس طرح کہ پہلے موقع پر اس سے یوم الفصل کے جھٹلانے والے مراد تھے۔ اور دوسرے موقع پر تمام دنیا کے یک وقت فنا ہو جانے کا انکار کرنے والے مراد ہیں۔ اسی طرح آگے جس جس مضمون خاص کے بعد اس آیہ کریمہ کا اعادہ آرہا ہے وہاں مکذبین سے اُس مضمونِ خاص کا انکار اور اس کی تکذیب کرنے والے مراد لئے جائیں۔ اس صورت میں یہ آیہ کریمہ جتنی دفعہ بھی دہرائی جائے سابق مضمون کے منکرین و مکذبین نہیں بلکہ اس خاص مضمون کے منکرین و مکذبین مراد ہوں گے تو ظاہر ہے کہ یہ حقیقۃً اعادہ و تکرار نہ ہوئی بلکہ نیا نیا مضمون و مفہوم پیدا ہوتا گیا۔ اور جدید طریقے سے تخویف تہدید فرمائی گئی۔ اس طرح کلام الٰہی کے

نزول کا مقصد پورا ہوا۔ سبحان اللہ۔ والحمد للہ

دوسری تفسیر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں امرِ اول کی طرف اشارہ مراد لیا جائے

یعنی اسکو خوشخبری دینے والا کلام قرار دیا جائے وہ اسطرح کہ ظالم کیلئے ہر سزا مظلوم کیلئے موجب مسرت ہوتی ہے۔

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۙ فَجَعَلْنٰهُ فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۙ 77-20 77-21

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ 77-22 77-23 77-24

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے، پھر رکھا اسکو

ایک محفوظ ٹھکانے میں، ایک وعدے مقرر تک، پھر ہم نے اس کو پورا کیا، تو ہم

کیا خوب پورا کرنے والے ہیں، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۔"

آفرینش پر غور کرنے کی دعوت فیصلہ کا دن جو ہم نے مقرر کر رکھا ہے۔ اے کفارِ قریش! تم کو اس کا انکار ہے جس میں تمام انسان دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے

جائیں گے۔ پھر تم کو اس کا بھی انکار ہے کہ روئے زمین کے تمام انسانوں کو ایک دم

کون اور کس طرح ماریگا؟ تو ہم ایک اور سوال تم سے کرتے ہیں اس کا جواب دو۔

اس سے تمہارا یہ استبعاد اور انکار دفع ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ تم اپنی آفرینش پر

غور کرو کہ کس طرح ہوئی اور کس نے تم کو پیدا کیا؟ تمہارا نقطۂ آغاز پانی کی ایک

بوند ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ وہ بوند بھی ہماری ہی بنائی ہوئی تھی۔

اس کو ہم نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے ایک محفوظ مقام میں پہنچا دیا جو کسی انسانی دسترس سے باہر تھا۔ ہم ہی نے وہاں اس کو ایک مقررہ مدت تک رکھا۔ یہ مدت عموماً نو مہینے کی ہوتی ہے اور اس میں کمی بیشی بھی ہوتی رہتی ہے۔ کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ اس عرصہ مدت میں ہم اس کے مختلف ادوار اور اطوار میں بدل بدل کر اس کو درجۂ کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ یعنی پانی کو خون، اور خون سے بستہ خون، پھر اس کو گوشت کا لوتھڑا، پھر اس کے اعضا تراشتے پھر اس میں روح پھونک کر حرکت پیدا کرتے۔ پھر اس کو کامل بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں۔ اب اس کی وہ قدر ہوتی ہے کہ ہر کوئی اس کو اپنی آنکھوں سے لگاتا اور اس کو پیار کرتا جاتا ہے۔ وہ ایسا انمول اور لاقیمت ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ کا خزانہ بھی اس کو ادا نہیں کر سکتا۔

عمل، عمر، رزق اور سعادت کی پیشگوئی

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:۔ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق ان خلق احدکم یجمع فی بطن امہ اربعین یوما النطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ الیہ ملکا باربع کلمات فیکتب عملہ واجلہ ورزقہ و شقی وسعید

ثم ینفخ فیہ الروح ۔ (بخاری و مسلم) ہم سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ حدیث شریف بیان فرمائی اور آپ اپنی ہر حدیث اور بیان میں بالکل سچے ہیں اور سچائے جانے کا حق رکھتے ہیں کہ تم میں سے ایک ایک کی آفرینش یوں ہوتی ہے کہ نطفہ رحم مادر میں چالیس دن تک جائے گیر رہتا ہے۔ پھر اسی قدر مدت میں بستہ خون ہو جاتا ہے۔ پھر اسی قدر عرصہ میں گوشت بن جاتا ہے (پھر اعضا تراشے جاتے ہیں) پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے پاس فرشتہ بھیجتا ہے جو ان چار باتوں کو (علم الٰہی کے مطابق) لکھ دیتا ہے کہ اس کا عمل[1] کیا ہو گا، اس کی عمر[2] کیا ہوگی، اس کے رزق[3] کا کیا حال ہوگا، نیز یہ کہ وہ[4] بدبخت (کافر) ہے یا نیک بخت (مومن)۔ پھر اس میں (حکم الٰہی سے) رُوح پھونک آتا ہے۔"

مضمونِ بالا سے یومُ الفصل کا حل

پھر یہ امر مسلّم ہے کہ کسی چیز کا بنانا ہی اس کو نیست سے ہست کرنے کے مقابلے میں بہت اہم ہے۔ ایسے اہم اور اہم المہمات سب کام تو ہم نے انجام دئے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ اس کے مقابل کسی چیز کا بگاڑ دینا اور اس کو ہستی سے نیستی میں لانا کچھ بھی مشکل نہیں۔ لہذا تمام انسانوں کے بنانے والے مسلمہ طور پر ہم ہیں تو ان سب کو فنا کرنا ہمارے لئے مشکل کیوں ہو گا۔ نیز اسی طرح جب انسان کسی زمانے میں قابل ذکر تک نہ تھا پھر ایک دفعہ ہم نے اس کو بنایا تو دوبارہ اس کو بنانا ہمارے لئے

کیا مشکل ہے؟ نہ تو فنا کرنا مشکل کام ہے اور نہ کئے ہوئے کام کو دوبارہ کرنا کوئی مشکل
تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے اور انکار کی اس میں کونسی گنجائش ہے؟ ذرا غور کرو، سوچو
سمجھو کہ ہمارے اقتدار کی کیا کوئی حد ہے اور ہمارا اقتدار کیا خوب اور کیسا ارفع و اعلیٰ
ہے اور اس میں کتنی وسعت ہے کہ کوئی چیز اس سے باہر نہیں ہو سکتی۔

مکذبین کی تباہی وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ اب جو لوگ اس کو بھی جھٹلاتے
ہوں جو ایک مسلمہ حقیقت اور بدیہی الثبوت امر ہے، اور جس سے یوم الفصل اور اس کے سارے لوازم پر
روشنی پڑتی ہے۔ قیامت کا حق ہونا، حساب و کتاب لیا جانا، سزا و جزا کا مرتب ہونا، یہ سارے
مسائل اس سے حل ہو جاتے ہیں۔ اس پر بھی کوئی ضدی اور ہٹ دھرم اس کے ماننے میں لیت و لعل
کرے، شکوک و شبہات میں پڑا رہے۔ بعید از عقل سمجھے اور ان تمام حقائق کا انکار کرے تو
اس کی سزا کیسی ہوگی اس کا اندازہ بھی کر لیا جائے۔ اسی لئے وَيْلٌ کو بہ صیغہ تنکیر لا کر اور اسکی
تنوین کو تنوین تعظیم قرار دے کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ یہ ویل (خرابی و بربادی)
کوئی معمولی ویل نہیں بلکہ ویل عظیم و طویل ہے۔ ایک خرابی و بربادی نہیں بلکہ جملہ خرابیوں
اور بربادیوں کا مجموعہ ہے۔ جو ایسی بدیہیات کے استبعاد و انکار پر مرتب ہوا ہے۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۙ وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا 77-25 77-26
رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ 77-27 77-28

کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی، زندوں کو اور مردوں کو، اور رکھے ہم نے اس میں بوجھ کے لئے پہاڑ اونچے، اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا پیاس بجھانے والا، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔"

اثبات قیامت زمین کے ذریعہ

یہ زمین جس پر تم چلتے پھرتے، رہتے بستے ہو، تمام دنیا کے لوگوں کو سمیٹی ہوئی ہے۔ زندے اس کی سطح پر اپنی بود و باش رکھے ہوئے ہیں اور مردے اس کے اندر سمائے جاتے ہیں۔ قیامت تک یہی انتظام برقرار رہیگا۔ تمھارے جد اعلیٰ آدمؑ اسی کی مشت خاک سے بنائے گئے تھے۔ اور یہ قدر پانی کی بوند جس کا بیان ابھی ابھی گزرا جس سے تمھاری آفرینش ہوئی، اسی زمین سے پیدا کی ہوئی غذا، سبزیاں ترکاریاں اور اسی زمین سے پیدا کئے۔ حیوانات کے گوشت، دودھ، گھی، مکھن وغیرہ سے ہی وہ بوند بنی تھی۔ قیامت میں اسی زمین سے تم کو اٹھانا ہمارے لئے کیوں مشکل ہوگا جبکہ ابتداءً تم کو اسی سے بنایا تھا۔

پہاڑ زمین کا ایک منظر

پھر دیکھو اس زمین پر ہماری قدرت کے کیسے کیسے متضاد نمونے اپنے مناظر پیش کر رہے ہیں۔ کہیں تو سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں ہیں مثلاً سلسلہ کوہ ہمالیہ یہ سطح زمین سے میلوں بلند ہیں۔ عرصہ سے ان پر چڑھنے کی کوشش ہو رہی ہے مگر اب تک یہ کوشش پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی۔ چند چوٹیوں تک بڑی جد و جہد سے رسائی ہو سکی ہے،

ع کار کلی ہنوز در قدر است۔ کا مصداق ہے۔ یہ پہاڑ نہایت سخت ہیں اور جب سے پیدا ہوئے اپنی جگہ پر مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے ہیں۔ ان میں جنبش نام کو نہیں۔ یہ اسلئے کہ پہاڑ بنے ہی اسی مقصد کیلئے کہ نہ خود حرکت کریں اور نہ زمین کو حرکت کرنے دیں :ـ

زمیں از تپ و لرزہ آمد ستوہ ‌‌‌‌ ‌ فرو کوفت بر دامنش میخ کوہ

نہریں زمین کا دوسرا منظر

بہر حال یہ اپنی جگہ جمے ہوئے بلند بلند سخت پہاڑ ہماری قدرت کا ایک نمونہ ہیں۔ تو دوسرا نمونہ میٹھے پانی کے چشمے اور نہریں ہیں جس کے پینے سے پیاسوں کی پیاس بجھتی ہے۔ چشموں اور نہروں کا یہ پانی ایک جگہ ٹھہرا ہوا نہیں رہتا بلکہ ان ہی پہاڑوں سے نکل کر بہتا رہتا اور جہاں جہاں یہ پانی پہنچتا ہے وہاں کے لوگوں کو سیراب کرتا اور ان کی پیاس بجھاتا رہتا ہے۔ ایک نمونہ پہاڑوں کا وہ تھا جو اپنی جگہ سے ہلتا تک نہیں اور دوسرا نمونہ یہ ہے کہ ایک جگہ ٹھہرے رہنے کا نام تک نہیں لیتا ہمیشہ رواں دواں ہے۔ اسی سے ہمارا اقتدار کامل ظاہر ہے۔

پہاڑوں اور نہروں سے قیامت کا ثبوت

اب سوال یہ ہے کہ جو مالک الملک جل جلالہٗ اور خالق الکل عم نوالہٗ اپنی قدرت کاملہ کے ایسے متضاد نمونے اور ایسے خوشنما مناظر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہے جن کو دیکھ کر بڑے بڑے ارباب عقول حیران اور دنگ ہیں قیامت کا دن آنے پر وہاں کے مناسب حال جن جن متضاد نمونوں اور محیر العقول مناظر کا

وعدہ دیا ہے کیا ان کے دکھانے پر قادر نہیں۔ ضرور قادر ہے اور اس کا یہ وعدہ بھی دوسرے تمام مواعید کی طرح ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ صرف ان کے وقت کے آنے کا انتظار ہے اور وہ وقت بھی اسی کا مقرر فرمایا ہوا ہے۔ یوم الفصل بھی ایسے ہی متضاد نمونوں اور محیر العقول مناظر اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ کیونکہ جس کا جیسا عقیدہ وعمل ہوگا اس کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ صادر ہوگا۔ ان خیراً فخیرٌ وان شراً فشرٌ۔ نیک ہو تو نیک اور بد ہو تو بد۔

مکذبین کی خرابی وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ۔ مکذبین کے لئے اس دن بڑی خرابی ہے" خواہ وہ یوم الفصل کو جھٹلاتے ہوں یا یہ کہ زمین، پہاڑ، اور نہریں، چشمے وغیرہ جو زمین پر ہیں ان کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ یہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کا کوئی خالق نہیں ہے جیسا کہ منکرین خدا (دہریوں) کا خیال ہے۔ یہ بھی "مکذبین" ہی ٹھہرے۔ اس دن ان کی بھی بڑی خرابی ہوگی۔

فقہا کا ایک استنباط فقہائے کرام نے آیۂ کریمہ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ کِفَاتًا اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا سے یہ مسئلہ استنباط فرمایا کہ انسان کو اس کے وفات پانے کے بعد زمین میں دفن کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے زمین کی بالائی سطح کو ہماری زندگی بھر کے لئے مسکن بنایا ہے اسی طرح بعدِ مُردن زمین کے اندرونی حصہ کو انسان کا مدفن ٹھہرایا ہے

اس سیدھے سادھے فطری طریقے کو چھوڑ کر جو لوگ مردے کو سکھا کر رکھتے، یا آگ میں جلا دیتے اور اس کی راکھ کو پانی میں بہا دیتے یا مردے کی لاش کو گدھ اور چیل وغیرہ کو کھلا دیتے ہیں وہ خلاف فطرت، ایک طرح کا تکلف، اور مذہبی و دینی اعتبار سے بے سند اور بے اصل ہے۔

حضرت مجاہدؒ کی تفسیر حضرت مجاہدؒ ارشاد باری تعالیٰ کفاتا احیآء وامواتا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ الرجل فی بیتہ لا یری من عملہ شیئ وتکفت المیت ولا یری منہ شیئ۔ (عبد بن حمید، ابن المنذر) زمین کا سمیٹنا یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں رہتا ہے تو باہر والوں کو اس کا کوئی کام جو وہ گھر میں کرتا رہتا ہے کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ اسی طرح میت قبر میں دفن کردی جاتی ہے تو اس کی کوئی حالت کسی کو نظر نہیں آتی"۔

حضرت ابن مسعود کا استنباط نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:۔ انہ اخذ قملۃ فدفنھا فی المسجد ثم قرأ الم نجعل الارض کفاتا۔ (سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر، بیہقی) آپ نے ایک جوں (مسجد میں) پکڑلی پھر اس کو مسجد ہی میں دفن کردیا اور یہ آیۂ کریمہ استدلال میں پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا ہم نے زمین سمیٹنے والی نہیں بنائی جو

زندوں اور مردوں دونوں کو سمیٹ لیتی ہے" اس سے جانوروں کے دفن کا مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس پر تمام اقوام کا شرقاً غرباً اتفاق اور عملدرآمد ہے۔ اسی پر انسانوں کے دفن کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ 77-29 77-30
ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۙ اِنَّهَا تَرْمِيْ 77-31 77-32
بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۚ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۙ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ 77-33 77-34

چل کر دیکھو جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے، چلو ایک چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں، نہ گہری چھاؤں، اور نہ کچھ کام آئے تپش میں، وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل، گویا وہ اونٹ ہیں زرد، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔"

قیامت کی ایک ہولناکی

کفار قیامت کی تکذیب کرتے اور اسکی اہمیت کو جھٹلاتے تھے۔ جب وہ دن اپنے وقت مقرر پر آجائے گا تو ان میں نہایت درجہ کی ہراسانی پھیل جائے گی اور تمام مکذبین حواس باختہ ہو کر پریشانی کے عالم میں رہیں گے۔ ایسے وقت میں اللہ سبحانہ کے حکم سے زبانیہ فرشتے منادی کریں گے اِنْطَلِقُوْا "چلو"۔ کفار پوچھیں گے کہ کہاں چلیں؟ ایسا سوال خود بخود پیدا ہوتا بھی ہے۔ فرشتے حکم دینگے:۔
اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۔ (کیا تم کو معلوم نہیں؟) ان ہی چیزوں کی طرف

جن کو تم جھٹلاتے رہے"۔ روز قیامت میں سب کا دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا، پھر ایک جگہ جمع ہونا پھر ہر شخص اپنے زمرے میں شریک ہو کر مقررہ سمت پر روانہ ہونا، پھر سوال و جواب، حساب، کتاب، ثواب و عذاب وغیرہ جو بھی جس کے لئے مقرر ہے اس کی طرف چلو۔

قیامت کی تپش جب اپنی اپنی جگہ چل کر ٹھہرنے کا حکم ہوگا اور یہ روانہ ہوں گے تو راہ میں حد درجہ کی تپش کا سامنا ہوگا۔ اس سے بچنے کے لئے سایہ کی تلاش ہوگی۔ اہل ایمان تو عرشِ اعظم کے سایہ میں آرام و اطمینان سے ہوں گے۔ مگر کفار میں نئی قسم کی مزید سراسیمگی پھیل جائے گی اور سایہ کی درخواست کریں گے کہ چلنے کے لئے تیار ہیں لیکن اس تپش سے بچنے کے لئے کم از کم کوئی سایہ ہی مل جاتا تو بہتر ہوتا۔ حکم ہوگا:۔ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ۔ (اچھا آپ کو سایہ بھی چاہیے؟) چلو آپ کے لئے سایہ بھی تیار ہے ایسا سایہ جس کی تین شاخیں ہیں"۔ حضرت کلبی اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں:۔

ھو کقولہ نارا احاط بھم سرادقھا و السرادق الدخان دخان النار فاحاط بھم سرادقھا ثم تفرق فکان ثلاث شعب شعبۃ ھٰھنا وشعبۃ ھٰھنا وشعبۃ ھٰھنا (عبدالرزاق) یہ ارشادِ الٰہی ایسا ہی ہے جیسا کہ (سورۂ کہف میں) اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے کہ (ظالموں کے لئے ہم نے تیار کر رکھی ہے) آگ کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں"۔ یہ قناتیں دھوئیں کی ہوں گی جو دوزخ سے نکلتا ہوگا۔ وہ دھواں چادر

اور قنات کی شکل اختیار کر کے ان کو گھیر لے گا۔ پھر وہ (بلند ہو کر) پھٹ جائے گا تو اس کے تین شعبے ہو جائیں گے۔ ایک حصہ یہاں (یعنی ان کے سر پر) رہیگا اور دوسرا یہاں (یعنی ان کی داہنی طرف) ہوگا اور تیسرا یہاں (یعنی ان کی بائیں طرف) ہوگا۔" اور یہ طرف سے اس میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

تپش میں اضافہ | لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ۔ نہ گہری چھاؤں اور نہ کچھ کام آئے تپش میں۔" سایہ کی تلاش محض ٹھنڈک اور آرام کے لئے ہوتی ہے تاکہ گرمی کی جو تپش ہو رہی ہے اس سے نجات ملے۔ اور اسی منشا کے پیش نظر یہ منکرین و مکذبین سایہ ڈھونڈ رہے تھے۔ ان کو سابقہ پڑا دوزخ کے زبردست دھویں سے جو ایک زبردست پہاڑ کی طرح اٹھا پھر بلند ہو کر تین شاخوں میں بٹ گیا۔ ایک حصہ تو رہا سر پر اور دوسرا تیسرا داہنے بائیں آکر گھیر لیا۔ بظاہر تو سایہ کی صورت پیدا ہوئی مگر یہ ہے دوزخ کا نہایت گرم دھواں۔ نہ سایہ کی سی اس میں ٹھنڈک اور خنکی، نہ اس کے مل جانے سے کسی طرح کا آرام یا آسائش۔ اور گرمی کی جو تپش پیشتر سے تھی اس میں کسی قسم کی کمی ہونے کی جگہ اس میں اور زبردست اضافہ ہو گیا کہ وہ دھواں منہ اور ناک اور آنکھوں میں داخل ہونے سے دم گھٹنے لگا۔ تپش کم ہونے کے بدلے اور زیادہ ہو گئی۔ یہ ہر چند اس سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں مگر اس سے مفر نہیں۔

تپش میں دوسرا اضافہ | إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُ جِمَالَتٌ صُفْرٌ۔

وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل گویا وہ اونٹ ہیں زرد" پھر مزید مصیبت اور آفت یہ ہوگی کہ اس آگ کے دھویں کے ساتھ چنگاریاں اُڑتی ہوں گی ایک ایک چنگاری کسی منزلہ عالیشان عمارت کے برابر۔ دور سے اس دھوئیں کو دیکھئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زرد اونٹوں کی ایک نامتناہی قطار ہے کہ چلی آرہی ہے۔ دھوئیں کا رنگ تو سیاہ ہوگا مگر بلند ہونے اور اس کے پھٹ جانے اور تین حصوں میں بٹ جانے کے بعد اونٹ کی گردن کی طرح جابجا کچھ حصے زیادہ بلند دکھائی دیں گے اور ان حصوں کا رنگ پھیکا پڑ کر سیاہی زردی مائل نظر آئے گی۔ اس حالت میں کوئی اس کی طرف دیکھے تو زردی مائل اونٹوں کا تانتا بندھا ہوا معلوم ہوگا۔

مکذبین کی بدحالی وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۔ قیامت اور اس کے عذاب کو جھٹلانے والوں کی اس دن کیا ہی خرابی ہوگی" کہ روز قیامت کے اچانک نمودار ہونے سے دہشت و سراسیمگی ایک طرف۔ پھر دوزخ کی طرف چلائے جانے کے حکم سے پریشانی و ہراسانی دوسری طرف، پھر روز قیامت کی تپش، پھر دوزخ کے دھوئیں سے سابقہ، پھر اس دھویں کا ہر طرف سے احاطہ کر لینا، پھر اس میں سے چنگاریاں نکل نکل کر جلانا، پھر ایک ایک چنگاری کسی عالیشان محل کے برابر، پھر اس کا ایک نامتناہی سلسلہ کہ کہیں ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ غور کرو کہ اس دن مکذبین کی گت کیسی بن رہی ہوگی؟

هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ ۙ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ۝ 77-35 77-36
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ "یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے، اور نہ انکو اجازت 77-37
ہوگی کہ تو بہ و معذرت کریں، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔"

مکذبین کا دم بخود رہنا مکذبین و منکرین پر قیامت میں یہ سب کچھ گزر رہی ہے مگر یہ منکرین ہیں کہ دم بخود ہیں۔ کچھ بول نہیں سکتے۔ اور بولتے کس طرح، اور کس منہ سے بولتے جبکہ قیامت کی تمام تفصیلات، قرآن کریم اور حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سنادی تھیں اور ہر ہر امر کی پوری پوری وضاحت کردی گئی تھی۔ روز قیامت اگرچہ آیا نہ تھا لیکن اس کے علامات اور نشانیوں سے لیکر اس دن کی تمام ہولناکیاں اس طرح بیان فرمادی گئی تھیں کہ دیکھنے اور سننے والوں کے سامنے قیامت کا پورا نقشہ کھنچ جاتا تھا۔ یاد رکھنے والوں نے ایک ایک بیان عمر بھر یاد رکھا اور اس سے بچنے کی تدبیر میں لگے رہے، اسی طریق کے مطابق جو قرآن کریم کی آیات، اور حضرت رسول کریم کی ہدایات میں بتایا گیا تھا۔ مگر مکذبین کو کیا کیا جائے کہ ان کو تو صرف ایک ہی بات سوجھتی تھی کہ یہ جو کچھ بیان ہو رہا ہے سب من گھڑت ہے۔ یہ اساطیر الاولین ہے۔ اگلے پیغمبروں کی کہانیاں ہیں جن کو دُہرایا جارہا ہے۔ وما نحن بمبعوثین۔ ہم دوبارہ زندہ کرکے نہیں اٹھائے جائیں گے۔" جب دنیا میں ان لوگوں نے ایسا جواب دے دیا تھا تو

آخرت میں ان کو کچھ کہنے کا حق باقی نہیں رہا۔ اب دم بخود رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ رہی یہ بات کہ معذرت کریں اور اپنے کیے پر پشیمانی کا اظہار کر کے توبہ کریں تو اُس دن اس کا بھی موقع نہیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام جو معصومین اور مقربان بارگاہ ہیں وہ بھی اذن الٰہی کے بغیر کچھ عرض نہ کر سکیں گے۔ من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ۔ وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر، اس کے پاس کسی کی سفارش کر سکے "۔ تو ان مجرمین مکذبین کی کیا مجال ہے کہ عذر خواہی کر سکیں ان کو کچھ کہنے کی اجازت تک نہ ہوگی تو غور کرو کہ ان مکذبین کا اس دن کیا حال ہوگا؟

اس تقریر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان لوگوں کے پاس حقیقۃً کوئی عذر ہوگا اور محض اجازت نہ ملنے کی وجہ سے وہ دم بخود اور خاموش رہیں گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی عذر ہی نہ ہوگا جو لائق پیش رفت اور قابل سماعت ہو۔

مکذبین پر خدا کی مار چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے:۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی" کہ مار پر مار پڑ رہی ہے۔ ایک آفت نہیں سینکڑوں ہزاروں آفات ہیں مگر لب کشائی کا موقع تک نہیں ہے۔ اور نہ کوئی معذرت ہی کیجا سکتی ہے

ایک اشکال اور اس کا جواب نافع بن الارزق اور عطیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا:۔ یا ابن عباس اخبرنا عن قول اللہ ھذا یوم لا ینطقون وقولہ ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون وقولہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین وقولہ ولا یکتمون اللہ حدیثا قال ویحک یا ابن الازرق انہ یوم طویل وفیہ مواقف تأتی علیھم ساعۃ لا ینطقون ثم یوذن لھم فیختصمون ثم یمکثون ما شآء اللہ یحلفون ویجحدون فاذا فعلوا ذلک ختم اللہ علی افواھھم و یامر جوارحھم فتشھد علی اعمالھم بما صنعوا ثم تنطق السنتھم فیشھدون علی انفسھم بما صنعوا قال وذلک قولہ ولا یکتمون اللہ حدیثا۔ (عبد بن حمید) یا ابن عباسؓ! ہمیں یہ تبلائیے کہ اللہ سبحانہ کا ایک جگہ ارشاد ہے:۔ "یہ وہ دن ہے کہ وہ اس میں کچھ بول نہ سکیں گے"۔ اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہو رہا ہے:۔ "پھر تم اپنے رب کے پاس بحث کرتے رہو گے"۔ اسی طرح ایک جگہ ارشاد باری ہوتا ہے:۔ "اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے ہم مشرکین سے

نہ تھے۔" اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔ وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔" (بظاہر ان آیات کریمہ میں تضاد معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں کفار و مشرکین سے ایسے متضاد اقوال صادر ہوں گے) اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔ ابن الازرق! افسوس اور تعجب کی بات ہے (کہ تم اتنی سی بات نہ سمجھ سکے) بات یہ ہے کہ قیامت کا دن بہت دراز ہوگا (وہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا) اس میں سب کے لئے کئی مواقف ہوں گے یعنی کئی مختلف مقامات اور حالات سے سابقہ پڑے گا۔ ان پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ کچھ بول نہ سکیں گے۔ پھر ان کو اجازت دی جائے گی تو وہ بحث کرنے لگیں گے۔ پھر اللہ سبحانہ کو جب تک منظور ہوگا وہ اسی طرح بحثیں کرتے قسمیں کھاتے اور اپنے ایک ایک جرم سے انکار کرتے رہیں گے۔ جب یہ سب کچھ کر چکیں تو اللہ سبحانہ ان کے منہ پر مہر لگا دیگا اور ان کے اعضاء و جوارح کو حکم ہوگا کہ تم بتاؤ۔ ان لوگوں نے تم سے کیا کیا کام لئے؟ اس وقت وہ ان کے جملہ اعمال کی گواہی دیں گے۔ پھر ان کی زبان بھی بولنا شروع کرے گی کہ بے شک ہم نے یہ یہ کام کئے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے یہی فرمایا کہ اُس وقت وہ اللہ سبحانہ کے آگے ایک بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔" نافع ابن الازرق اور حضرت ابن عباسؓ کے اس مکالمہ کی روایت حاکم نے بھی بروایت صحیحہ کی ہے اور حضرت عبادہ بن صامتؓ وغیرہ صحابہ نے بھی اس اشکال کا اسی طرح جواب دیا ہے۔ الفاظ مختلف ہیں مگر مفہوم یہی ہے۔

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ○ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ 77-38
فَكِيْدُوْنِ ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ یہ ہے دن فیصلے کا، جمع کیا ہم نے 77-39 77-40
تم کو اور اگلوں کو، پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا تو چلالو مجھ پر، خرابی ہے اس دن جھٹلانیوالوں کی۔

یوم الفصل کی تفسیر هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ "جس دن کا تم کو انکار تھا، لو یہ آگیا۔
یہی دن یوم الفصل ہے جس میں حق و باطل کا صاف و صریح فیصلہ سنایا جائے گا۔ نیز یہ دن یوم الفصل
اس وجہ سے بھی ہے کہ تمام تعلقات اور تمام دنیوی رشتے وہ سب آج منقطع ہیں۔ کوئی
کام نہ آئے گا۔ بھائی بھائی سے بھاگتا ہوگا، اور بیٹا اپنے ماں باپ سے، شوہر بی بی سے
اور دیگر اہل قرابت اپنے عزیزوں رشتہ داروں سے، حاکم محکوم سے، دوست دوست سے
سب ایک دوسرے سے جدا ہیں اور کوئی کسی کے کام آنے کے لئے تیار و آمادہ نہیں ہے۔
یہ ہے یوم الفصل آج تمہارے تمام مقدمات، نزاعات اور باہمی اختلافات کا فیصلہ ہوگا

جمعنکم کی تفسیر جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ۔ ہم نے اکٹھا کیا ہے تم کو اور تمہارے
تمام اگلوں کو بھی "تاکہ ہر ہر امر کا کھلا فیصلہ علی رؤس الاشہاد سب کے سامنے کردیا جائے۔
اور کسی کو کسی قسم کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ تم کو اس کا بھی انکار تھا کہ سب یک دم کس طرح
مریں گے، اور کیونکر زندہ ہوکر اٹھیں گے۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ سب کے سب جو قیامت کے
قریب تک زندہ تھے مرے بھی اور جب زندہ ہونے کا وقت آیا تو از آدم تا ایں دم جتنے

پیدا ہوتے اور مرتے آئے تھے وہ سب نہ صرف زندہ کر دیئے گئے بلکہ ان سب کو میدان محشر میں ہم نے جمع کر دیا ہے۔ چونکہ آج فیصلہ کرنا ہے اس لئے مدعی، مدعی علیہ، شہود اور عامۃ الناس سب کو ایک ساتھ حاضر کر دیا گیا ہے۔ عندالاحناف قضاء علی الغائب ناجائز ہے۔ یہاں اس کی بھی رعایت ہے جو کچھ ہوگا وہ سب کے سامنے ان کی موجودگی میں ہوگا۔

کَیْد کی تفسیر | فَاِنْ کَانَ لَکُمْ کَیْدٌ فَکِیْدُوْنِ۔ پھر اگر تمہارا کوئی داؤ ہے تو ہمارے مقابلے میں اگر ہو سکے تو اس کو بھی چلا لو" یعنی دنیا میں کوئی تمہاری وکالت کرتا تھا اور مقدمہ بازی میں تم کو مدد دیتا تھا۔ کوئی تمہاری سفارش کرتا تھا اور تم خود کبھی کوئی عذر و حیلہ کرتے حاکم کو دھوکہ دیتے اور دغا و فریب سے کام لیتے تھے تم نے جن جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا ان کی نسبت تم کہتے تھے: ھٰؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ "یہ بت اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں"۔ کوئی گستاخ تو یہاں تک کہہ دیتا تھا کہ دوزخ کے انیس ۱۹ فرشتوں میں سے سترہ کے لئے تو میں اکیلا بس ہوں"۔ آج ہم نے تم سب کو اکٹھا کر دیا ہے اور تمہارے اگلوں کو بھی اٹھا لائے ہیں۔ اب تم سب مل کر رائے مشورہ کرو اور ہماری گرفت سے چھوٹنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے تو سب کچھ کر گزرو۔ دیکھو کہ تمہارا کوئی داؤ چل سکتا ہے؟ اگر چل نہیں سکتا اور یقیناً نہیں چل سکتا تو ہماری یہی پیشنگوئی درست ہوگی۔

حضرت عبادہ کی تقریر | وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ۔ خرابی ہے اس دن

ان آیات بینات کی بھی تکذیب کرنے والوں کی۔" ابو عبداللہ جدلی کہتے ہیں :- اتیت بیت المقدس فاذا عبادۃ بن الصامت و عبد اللّٰہ بن عمرو وکعب الاحبار یتحدثون فی بیت المقدس فقال عبادۃ اذا کان یوم القیامۃ جمع الناس فی صعید واحد فینفذھم البصر ویسمعھم الداعی ویقول اللّٰہ ھٰذا یوم لا ینطقون، ھذا یوم الفصل جمعناکم والاولین، فان کان لکم کید فکیدون، الیوم لا ینجو منی جبار ولا شیطان مرید۔ میں بیت المقدس آیا تو وہاں حضرات عبادہ بن الصامت رضؓ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ اور کعب الاحبار رضؓ بیت المقدس میں باہم گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عبادہ رضؓ نے فرمایا :- جب قیامت کا دن ہوگا تو تمام لوگ ایک ہی سرزمین میں جمع کر دئے جائیں گے اس طرح کہ سب پر نظر پڑتی اور کام کرتی ہوگی اور ایک ایک داعی کی آواز سب تک پہنچتی اور ہر شخص اس کو سنتا ہوگا۔ اس وقت اللہ سبحانہ کا ارشاد ہوگا :- یہ وہ دن ہے جس میں یہ لوگ کچھ بول نہیں سکتے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تم سب کو اور تمہارے تمام اگلوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، اب اگر تمہارا کوئی داؤ چل سکتا ہے تو تم سب مل کر اس کو ہمارے مقابلہ میں چلا لو۔ آج کا وہ دن ہے کہ نہ کوئی زبردست سے زبردست تر انسان، ہم سے بچ سکتا ہے اور نہ سرکش سے سرکش تر جن و شیطان ہم سے چھوٹ کر نجات حاصل کر سکتا ہے۔"

سرکش کفار حساب سے پہلے جہنم میں

فقال عبد اللہ بن عمرؓ وانا نجد فی الکتاب انہ یخرج یومئذ عنق من النار فینطلق معنقا حتی اذا کان بین ظھرانی الناس قال یا ایھا الناس انی بعثت الی ثلاثۃ انا اعرف بھم من الوالد بولدہ ومن الاخ باخیہ لا یغنیھم منی وزر ولا تخفیھم منی خافیۃ الذی یجعل مع اللہ الٰھا آخر وکل جبار عنید وکل شیطان مرید قال فینطوی علیھم فیقذفھم فی النار قبل الحساب باربعین اما قال یوما اما عاما۔ یہ سنکر حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے فرمایا:۔ ہم کتاب اللہ (توریت شریف) میں یہ صراحت بھی پاتے ہیں کہ اس دن دوزخ سے آگ کا ایک زبردست شعلہ گردن نما بلند ہوگا اور تیزی سے بڑھتا جائے گا جب وہ لوگوں کے پاس پہنچ جائے گا تو کہیگا:۔ لوگو! میں تین گروہوں کی طرف بھیجا گیا ہوں جن کو میں خوب پہچان لیتا ہوں ایسا کہ باپ بھی اپنے بچے کو اور حقیقی بھائی بھی اپنے حقیقی بھائی کو اتنا نہیں پہچان سکتا۔ نہ ان کی شان وشوکت مجھ سے ان کو بچا سکتی ہے اور نہ ان کی کوئی بات مجھ سے چھپ سکتی ہے۔ ایک تو وہ گروہ جو اللہ سبحانہ کے سوا اور کسی کو اپنا معبود بنالیا ہوا تھا۔ دوسرا انسانوں کا وہ گروہ جو خود کو زبردست سے زبردست تر سمجھکر احکام الٰہی کی مخالفت پر تلا ہوا تھا۔ تیسرا جن وشیاطین کا وہ گروہ جو (اللہ سبحانہ سے) سرکشی کرتا رہا۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ وہ گردن نما شعلہ ان کو اپنے اندر لپیٹ لیگا پھر حساب و

کتاب سے چالیس ؍ پیشتر ہی ان کو آگ میں جھونک دے گا" ابو عبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ حساب سے چالیس دن پیشتر کہا یا چالیس سال پیشتر فرمایا' یہ مجھے یاد نہ رہا"

مومنین صادقین حساب سے پہلے جنت میں

قال ویخرج قوم الی الجنۃ فتقول لھم الملائکۃ قفوا للحساب فیقولون واللہ ما کانت لنا اموال وما کنا بعمّال فیقول اللہ صدق عبادی انا احق من اوفی بعھدی ادخلوا الجنۃ فیدخلون الجنۃ قبل حساب باربعین امّا قال یوما وامّا عاما (سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن المنذر) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی نے یہ بھی فرمایا: ــ اور ایک قوم (اس دن) جنت کی طرف دوڑی جائے گی ۔ اس پر ان کو فرشتے حکم دیں گے کہ حساب دینے کے لئے ٹھہر جاؤ" وہ کہیں گے: ــ (ہم حساب کس چیز کا دیں) خدا گواہ ہے کہ نہ تو ہمارے ہاں کچھ مال و متاع تھا اور نہ ہم کہیں کے حاکم تھے" اس پر ارشاد الٰہی ہوگا: ــ میرے یہ بندے سچ کہتے ہیں اور میں ہی اس کا زیادہ حق رکھتا ہوں کہ جو عہد میں نے ان سے کیا ہے اس کو پورا کر دکھاؤں ۔ جاؤ تم سب جنت میں داخل ہو جاؤ ۔ وہ سیدھے جنت میں چلے جائیں گے حساب وکتاب سے چالیس ؍ پیشتر ہی ۔ راوی کہتے ہیں کہ چالیس دن پیشتر کہا یا چالیس سال پیشتر ؍ مجھے یاد نہیں ۔ یہ مومنین کاملین کی شان ہے جن کا بیان آگے آرہا ہے ۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّعُیُوْنٍ ۙ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ؕ كُلُوْا 77-41 77-42
وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ۝ 77-43 77-44
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ البتہ جو ڈرنے والے ہیں وہ سایے میں ہیں اور نہروں 77-45
میں اور میوے جس قسم کے وہ چاہیں، کھاؤ اور پیو مزے سے بدلا ان کاموں کا جو تم کرتے
رہے، ہم ایسا دیتے ہیں بدلا نیکی والوں کو، خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔"

متقین کے لئے سایہ تقریر بالا کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ مکذبین یعنی جھٹلانے والوں کے لئے تو یہ سزائیں مقرر ہیں تو غیر مکذبین کے لئے کیا سرفرازیاں ہیں؟ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ خدا سے ڈرنے والوں کی شان نہ پوچھو وہ اس دن سایے میں ہوں گے اور چشموں اور نہروں کے پاس۔ یہ سایہ ایک نہیں بلکہ کئی سایے۔ پہلا سایہ تو خود ان کے اعمال صالحہ کا ہوگا کہ ایک ایک عمل ان پر سایہ فگن ہو کر اس دن کی تپش سے نجات دلائیگا۔ متقین کا ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، ریاضت، ذکر، شغل، شب بیداری، دعا و زاری ابر رحمت بن کر ان کے آرام و آسائش کا موجب ہوگی۔ پھر جنت کے باغات، اور اس کے سر سبز پھیلے ہوئے گنجان درختوں کا سایہ، ان کی خوشگوار ہوائیں، خوشبودار پھولوں کی مہک لی ہوئی ان کے مشام کو معطر اور دل و دماغ کو سکون اور تازگی بخشتی ہوں گی۔ نیز جیسا کہ اوپر بتایا گیا متقین زیر سایہ عرش اعظم ہوں گے۔ اس سایہ فضل و رحمت کا کیا پوچھنا؟۔

متقین کیلئے نہریں اسی طرح وہاں کے چشمے اور نہریں جن کا پانی ہمیشہ صاف و شفاف رہیگا۔ نہریں دودھ کی جن کا ذائقہ کبھی متغیر نہیں ہوگا' نہریں شراب کی جس کے پینے سے لذت ہی لذت حاصل ہوگی دنیا کی شراب کی طرح لغویت پیدا کرنے والی اور گناہ پر مائل کرنے والی نہیں۔ اور نہریں صاف کئے ہوئے شہد خالص کی جس کا ذائقہ افعال و خواص وہاں کی مناسبت رکھتے ہوں گے۔

متقین کے لئے میوے وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ۔ اور میوے جس قسم کے بھی وہ چاہتے ہوں "دنیا کے میووں کا یہ حال ہے کہ سرما کا میوہ گرما میں میسر نہیں آسکتا۔ اور نہ گرما کا سرما میں۔ جنت کے میووں کا یہ حال ہوگا۔ **تؤتی اکلھا کل حین**۔ وہاں کے تمام درخت اپنا اپنا میوہ ہر وقت دیتے رہیں گے۔ موسم تک انتظار کی ضرورت نہ ہوگی پھر یہاں کے میووں کا یہ حال ہے کہ کسی کا پوست کھایا جاتا ہے تو کسی کا مغز یا رس اور کسی کا بیج کار آمد ہوتا ہے اور کسی کے بیج کے اندر کا مغز' باقی دوسری چیزیں پھینکنے میں جاتی ہیں۔ وہاں کے میووں کا یہ حال ہو گا کہ اس کی ہر چیز مفید و کار آمد ہوگی۔ پوست ہو یا مغز' رس ہو یا ہڈی' نیز یہ کہ دنیا میں موسم پر بھی کوئی میوہ جیسا چاہئے میسر نہیں ہوتا۔ وہاں ہر چیز آپ کی پسند اور خواہش کے مطابق ہوگی بلکہ تمنا سے زائد اس میں لطف و خوشگواری ہوگی۔ یہ سب اس وجہ سے کہ متقین جب تک دنیا میں رہے اپنی مرضی پر مرضی مولا کو

مقدم جانا۔ آج یہ ارشاد ہوگا کہ بندے ! تو کیا چاہتا ہے ؟ ہم اس کے مطابق ہر چیز کا انتظام

کئے دیتے ہیں۔

متقین کے لئے اذن عام | كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ "کھاؤ

اور پیو مزے سے' بدلے میں ان کاموں کے جو تم کیا کرتے رہے" دنیا کے کھانے پینے کا یہ حال تھا

کہ کوئی چیز من مانے میسر نہیں آتی تھی۔ اکثر رکاوٹیں اس میں حائل رہتی تھیں' اگر میسر بھی

گئی تو بسا اوقات وہ مزاج کے موافق نہیں آتی تھیں۔ یہاں کوئی رکاوٹ نہیں۔ پھر

جو چیز آ رہی ہے لطف و خوشگواری اپنے ساتھ لئے آ رہی ہے۔ یہ تمام ان سایوں' اور

چشموں اور نہروں اور میووں کا بیان ہوا جو تمہارے اعمال صالحہ کے بدلے میں تم کو میسر

آئینگی۔ رہا اللہ سبحانہ کا فضل اور اس کی رحمت' اس کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ فضل الٰہی اور اسکی

رحمت نامتناہی ہے جو سرفرازیاں ہونگی ان کا کوئی حساب نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کی

حد بیان کر سکتا ہے۔

متقین محسنین کا اعزاز | إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ ہم ایسا عظیم الشان

نیک بدلا دیتے ہیں نیکی والوں کو۔" سوال ہو رہا تھا کہ جن لوگوں نے اللہ کی اور اللہ سبحانہ کے

بھیجے ہوئے رسولوں کی اور اسکی اتاری ہوئی کتابوں کی اور نظر نہ آنے والے فرشتوں کی اور

ہر ہر چیز سے متعلق اس کی تقدیر کی اور عالم غیب و شہادت کی بابت جو خبریں دیگئی ہیں انکی

تصدیق کی ان کا دل سے یقین کیا اور زبان سے اقرار کیا، اور ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا
وجوارح سے اس کے حکم کے مطابق کام لیتے رہے اس طرح کہ اللہ سبحانہ کو وہ دیکھ رہے ہیں
یا کم از کم وہ ہر آن وہر لحظہ ان کو دیکھ رہا ہے ان کی جزا وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ متقین
سایوں میں رہیں گے، چشموں اور نہروں کے پاس، نیز ان کے لئے وہ تمام میوے فراہم کئے
جائیں گے جن کو وہ چاہتے ہوں گے۔ (دوسری کھانے پینے کی چیزوں کا کیا ذکر ہے) اذن عام
ہوگا کہ خوب مزے سے کھاؤ، پیو، یہ جزا ہے ان کاموں کی جو تم دنیا میں ہم سے ڈر کر کرتے رہے
اور منہیات سے بچتے رہے اور ہر دم ہماری لو لگائے رکھے تھے۔ ان محسنین کی جزا ایسی شاندار ہوگی

مکذبین کی پریشانی اور متقین کی شادمانی

وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ۔ خرابی پر خرابی ہے
اس دن جھٹلانے والوں کی، کہ جھٹلانے والے ان انعامات
اور عنایات و سرفرازیوں کو جو مصدقین متقین کے حال پر ہونگی ان میں سے ایک انعام و
عنایت و سرفرازی کو دیکھ دیکھ کر جلتے اور خود پر آہ او رواویلا کرتے رہیں گے۔ کیوں کہ
متقین مصدقین کے لئے جتنا سامان ان کی مسرت اور شادمانی کا مہیا ہوگا، اتنی ہی ندامت
حسرت اور پریشانی مکذبین کو رہیگی۔ نہ اسکی کوئی حد ہے نہ اسکی کوئی انتہا۔ جب وہاں کی
یہ صورت حال ہوگی تو کفار کو ابھی سے مخاطب فرمایا جا رہا ہے:—

كُلُوۡا وَتَمَتَّعُوۡا قَلِيۡلًا اِنَّكُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ ۝ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ 77-46 77-47

کھا لو اور برت لو کچھ دن' بے شک تم مجرم ہو۔ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی"۔

حضرت ابن زیدؓ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرمایا۔ عنی بذلک اھل الکفر (ابن جریر) اس سے کفار مراد ہیں"۔ یعنی یہاں سے پھر کفار کا بیان شروع ہوتا ہے اور ان کو مخاطب فرمایا جا رہا ہے۔

کفار سے خطاب اے منکرو! اور اے کفار فجار! مومنین متقین کے لئے دار آخرت میں جو تیاریاں کی گئی ہیں ان کا حال سن چکے۔ اگر کھانا پینا ہی مقصود ہے تو کیا یہ دو روزہ دنیا' اور اس کا کھانا پینا' آخرت کو سدھارنے کی کوشش کرو جہاں سب کو ابدالآباد رہنا ہے۔ وہاں کا کھانا پینا بھی وہ لطف جو بیان میں نہیں آسکتا۔ اگر اس سے اعراض و انکار کرتے ہو اور یہیں کے کھانے پینے پر جان دیتے ہو تو کھاؤ پیو مزے اڑاؤ مگر یاد رکھو کہ دار آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مدت کچھ نہیں۔ باقی کے مقابلے میں فانی کو ترجیح دینا دانشمندی نہیں۔ دنیا نے کس کا ساتھ دیا ہے جو تمہارا ساتھ دیگی لو بالفرض اگر اس نے از ابتدا تا انتہا تمہارا ساتھ دیا اور پیدا ہونے کے زمانے سے لیکر مرنے تک تم مزے اڑاتے رہے اور آخرت کو فراموش کر دیا تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مجرم کے حق میں پھانسی کی سزا تجویز ہو چکی ہے مگر اس کو اس کی خواہش کے مطابق ہر چیز دی جا رہی ہے' تو کیا یہ کوئی خوشی کی بات ہے؟

ویل کی تفسیر | وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ۔ خرابی ہے اس دن ان جھٹلانے والوں کی جو دار آخرت اور اس کی نعمتوں کی تکذیب کرتے آئے ۔ نہ وہاں کی ٹھنڈی خوشگوار چھاؤں کو تسلیم کیا اور نہ وہاں کے چشموں اور نہروں کا یقین کیا' نہ وہاں کے میوے اور دوسری ہمہ قسم کی نعمتوں کو خاطر میں لایا ۔ بلکہ اس کے مقابل اس دنیا دنی کے کھانے پینے ہی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے رکھا ۔ حالانکہ یہاں کا کھانا پینا صرف جان کو باقی رکھنے اور اپنے اوقات عزیز کو یاد الہٰی میں بسر کرکے آخرت کی تیاری کیلئے تھا ۔ حضرت سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است   تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمُ ارۡکَعُوۡا لَا یَرۡکَعُوۡنَ ○ وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ○ 77 77

اور جب ان سے کہا جائے کہ جھک جاؤ' تو نہیں جھکتے' خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ۔

ارکعوا کی تفسیر | آیۂ سابقہ میں کفار کی نسبت ارشاد ہوا تھا انکم مجرمون ۔ تم سب مجرم ہو ۔ گویا ان سب کو حاضر کرکے مخاطب فرمایا گیا تھا ۔ جب انھوں نے اس خطاب اور دربار الہٰی میں اپنی حاضری کی قدر نہ جانی اور امر ربانی کو نہ مانا تو ان کو دربار دربانی سے ہٹا دیا گیا اور غائب کی ضمیر سے یاد فرمایا جارہا ہے :۔ وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ ۔ اور

جب اُن سے کہا جاتا ہے۔" گویا ان پر عتاب الٰہی ہو رہا ہے کہ یہ خبیث، لائق خطاب نہیں ہیں ان کو یہاں سے ہٹا دیا جائے یہ تو ایسے متکبر اور ایسی رعونت اور نخوت رکھتے ہیں کہ ان کو ہمارے احکام کے آگے جھک جانے اور ان کو قبول کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ ان کے آگے جھکتے تک نہیں پھر ان سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ہمارے احکام مانیں گے اور ان پر عمل پیرا ہوں گے؟ بہرحال ایک تفسیر یہ ہے کہ یہاں اِرْکَعُوْا سے تواضع و انکسار اختیار کرنا، اور عام احکام کو ماننا مراد لیا جائے۔

دوسری تفسیر دوسری تفسیر یہ ہے کہ اِرْکَعُوْا سے مراد ہے صَلُّوْا۔ یعنی نماز پڑھو۔" یہ تفسیر ذکر الجزء وارادۃ الکل کے اصول پر مبنی ہے۔ یعنی کبھی کسی چیز کے ایک جزو کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے کل مراد لیتے ہیں۔ رکوع بھی نماز کا ایک جزو اور منجملہ اور ارکان کے ایک رکن عظیم ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ان کو نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے تو نماز تک نہیں پڑھتے۔ موذن روزانہ پانچ دفعہ نماز کی دعوت دیتا ہے مگر یہ ہیں کہ اس کی دعوت کو جو منجانب اللہ دی جا رہی ہے قبول نہیں کرتے۔ اس تفسیر کی رو سے تارکین نماز کی بڑی مذمت بیان فرمائی جا رہی ہے کہ نماز کو چھوڑ دینے والے بھی ان مجرمین میں شامل ہیں جو تکذیب کرتے ہیں۔ یا یہ کہ تارکین نماز کے لئے ڈر لگا ہوا ہے کہ کہیں ان کا حشر مکذبین کے ساتھ ہو اور ان کا شمار مکذبین میں نہ کیا جائے۔ حدیث شریف ہے:۔ من ترک الصلاۃ

متعمداً فقد کفر جھاراً۔ جس نے نماز دانستہ چھوڑ دی اس نے علانیہ طور پر کفر کیا یا کافروں سا کام کیا۔" معاذ اللہ! معاذ اللہ!!

تیسری تفسیر تیسری تفسیر یہ ہے کہ اِرْکَعُوْا سے مراد حقیقۃً رکوع ہی ہے۔ روح البیان میں ہے :۔ کانوا فی الجاھلیۃ یسجدون للاصنام ولا یرکعون لھا فصار الرکوع من اعلام صلاۃ المسلمین۔ زمانۂ جاہلیت میں کفار اپنے بتوں کے آگے سجدہ کیا کرتے تھے لیکن رکوع نہیں کرتے تھے (مسلمان ہونے کے بعد جب ان کو رکوع کا حکم ہوا تو ایک اچنبھا معلوم ہونے لگا اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی) اور رکوع اہل اسلام کی نماز کی ایک خاص علامت قرار پائی۔"

شان نزول حضرت مقاتل فرماتے ہیں :۔ ان الآیۃ نزلت فی ثقیف قالوا للرسول علیہ الصلاۃ والسلام حط عنا الصلاۃ فانا لا نجبی فانھا مسبۃ علینا فقال علیہ الصلاۃ والسلام لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع ولا سجود۔ (ابوداؤد، طبرانی، وغیرہما) یہ آیۂ کریمہ قبیلۂ ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی انھوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہم سے نماز کی ذمہ داری ساقط فرما دیجئے ہم گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا نہیں ہوا کرتے یعنی کسی کے آگے جھکتے نہیں کیونکہ یہ ہمارے لئے عار اور عیب ہے۔ اور ایسا حکم ہمارے حق میں گالی دینے کے

برابر ہے۔ اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں رکوع و سجود نہ ہو۔"

چوتھی تفسیر حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ھذا یوم القیامۃ یدعون الی السجود فلا یستطیعون السجود من اجل انھم لم یکونوا یسجدون للہ فی الدنیا (ابن جریر) کفار سے یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا۔ ان کو اللہ سبحانہ کے آگے سر بسجود ہونیکا حکم دیا جائے گا (وہ سجدہ کرنا بھی چاہیں گے مگر) یہ ان سے نہ ہو سکیگا۔ اس وجہ سے کہ وہ دنیا میں اللہ سبحانہ کے آگے سر بسجود نہیں ہوتے تھے۔"

رکوع کی اہمیت حضرت قتادہ فرماتے ہیں: علیکم باحسان الرکوع فان الصلاۃ من اللہ بمکان قال و ذکر لنا ان حذیفۃ رأی رجلا یصلی ولا یرکع کانہ بعیر نافر قال لومات ھذا مامات علی شیئ من سنۃ الاسلام۔ رکوع کو اچھی طرح ادا کرنے کی عادت رکھو کیونکہ نماز کی اللہ سبحانہ کے ہاں بڑی اہمیت ہے۔ یہ بھی فرمایا ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز تو پڑھتا ہے مگر رکوع اچھی طرح ادا نہیں کرتا گویا کہ وہ بھاگتا ہوا اونٹ ہے۔ اس کو اس طرح دیکھ کر فرمایا کہ اگر یہ اسی حالت میں مرجائے تو اسکی موت طریقۂ اسلام پر نہ ہوگی۔" کیونکہ اسلام تو نماز میں خشوع و خضوع اور سکون و اطمینان کی

تعلیم دیتا ہے۔اور اس کا عمل اس کے برخلاف ہے۔

رکوع کما حقہ ادا نہ کرنیکی مذمت قال وحدثنا ان ابن مسعودؓ رأی رجلا یصلّی ولا یرکع وآخر یجرّ ازارہ فضحك قالوا ما یضحکك یا ابن مسعود قال اضحکنی رجلان احدهما لا ینظر اللہ الیه والآخر لا یقبل اللہ صلاتہ (عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر) قتادہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم سے یہ حدیث بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتا ہے لیکن رکوع نہیں کرتا۔اور دوسرا اپنا تہبند یا پاجامہ اتنا لانبا پہنا ہوا ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہو کر زمین جھاڑ رہا ہے۔اس پر آپ ہنس پڑے۔لوگوں نے دریافت کیا۔ابن مسعودؓ آپ کس بنا پر ہنس رہے ہیں؟ تو فرمایا ان دو اشخاص پر مجھے ہنسی آگئی۔ان میں سے ایک تو وہ ہے کہ اللہ سبحانہ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائیگا اور دوسرا وہ ہے کہ اللہ سبحانہ اس کی نماز کو قبول نہیں فرمائیگا۔

عرض فقیر فقیر عرض کرتا ہے کہ رکوع نماز کا رکن عظیم ہے۔قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بار بار اس کی صراحت اور تاکید وارد ہوئی ہے اور ابھی معلوم ہوا کہ رکوع اسلامی نماز کا طرۂ امتیاز ہے۔شرع شریف کا حکم ہے کہ اگر نماز کا کوئی رکن بھولے سے بھی ادا نہ ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے پھر کوئی ایسے رکن عظیم کو بالارادہ ترک کرے یا اسکے

طریقہ کے مطابق ادا نہ کرے تو وہ اللہ سبحانہ کی نظر رحمت کا کیونکر مستحق ہوگا؟ اسی طرح ٹخنوں سے نیچا پاجامہ یا تہ بند پہننا شریعت اسلامیہ میں منع ہے۔ احادیث شریفہ میں اس کی مذمت آئی ہے کیونکہ اس میں کئی قباحتیں ہیں۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ مختصر یہ کہ اس میں کپڑے کا اسراف ہے۔ اور کپڑا زمین پر لگنے سے اس کے پلید ہوجانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ اگر کپڑا پلید ہوجائے تو نماز نہ ہوگی۔ راستہ طے کرنے میں اس سے رکاوٹ ہوتی ہے اور کپڑا پاؤں میں آجانے سے انسان کے ٹھوکر کھانے اور گرنے کا خوف لگا رہتا ہے۔ جہاد میں دوڑ دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ صورت ضرر رساں ہے۔ اس کے علاوہ حدیث شریف میں اس کی حد یہ تبلائی گئی ہے الازار الی نصف الساق فان ابیت فاسفل فان ابیت فلاحق للازار فی الکعبین۔ پاجامہ یا تہ بند نصف ساق (پنڈلیوں) تک رہنا چاہیے۔ اگر تمہارا نفس گوارا نہیں کرتا تو اس سے ذرا نیچا بنالو۔ اگر یہ بھی گوارا نہیں تو (ٹخنوں سے کچھ اوپر تک) لیکن پاجامہ کا کوئی حق ٹخنوں میں نہیں ہے۔ یعنی ٹخنے کھلے رہیں۔ ٹخنوں سے نیچے تک پاجامہ پہننا متکبرین کی علامت ہے۔ اور اس سے بچنا امۃ مسلمہ کی علامت۔

ویل کی تفسیر | وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ خرابی ہے اس دن ان

احکام کو جھٹلانے والوں کی "۔ مومن کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ سبحانہ کے احکام کے آگے جھک جائے۔ اور جو حکم دیا جائے اس کو صدق دل سے تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہے کیونکہ اسلام کے معنی ہی یہ ہیں :۔ الاسلام مسلمان شدن و گردن نہادن بطاعت احکام کو مان لینا اور ان کی بجا آوری کے لئے سر جھکا دینا۔ خواہ وہ حکم نماز کا ہو یا رکوع و سجود کا۔ یا اور کسی امر کا۔ بہر حال جملہ اوامر و نواہی کو قبول کرنا لازم ہے۔ کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یومنون ببعض و یکفرون ببعض کا مصداق ہے۔ کسی ایک حکم کا انکار جملہ احکام کے انکار کے برابر ہے۔ اور منکرین و مکذبین کی اس دن بڑی تباہی و بربادی ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

ع ۱۰ ۳ ۲۲ فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَہٗ یُؤۡمِنُوۡنَ ۵۰ؑ اب کس بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے ؟" 77-50

قرآن کریم کی اہمیت یعنی کفار خصوصاً کفار قریش جو مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں ایسا موثر اور دل نشیں بیان اور ایسے واضح اور روشن دلائل اور ایسے جامع احکام و ہدایات اور ایسا فصیح و بلیغ کلام اور ایسی صحیح اور عبرت خیز خبریں اور ایسی دلچسپ مثالیں اور ایسے بے شمار اور ان گنت فوائد و منافع اپنے اندر رکھنے والی کتاب کو پڑھ کر یا سن کر بھی ایمان نہیں لاتے اور اس پر یقین نہیں رکھتے ہیں درحالیکہ یہ کتاب

سب سے آخری کتاب ہے۔ اس کے بعد نہ کوئی کتاب آنے والی ہے اور نہ کوئی نئی شریعت نہ کوئی نبوت و رسالت آئیگی بلکہ قیامت تک یہی شریعت اسلامیہ قائم اور یہی کتاب کریم محفوظ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں آپ ہی کی نبوت و رسالت برقرار رہیگی جس کی صراحت اس کتاب مبین میں جا بجا موجود ہے اور یہ کفار ہیں کہ اس پر وہ یقین رکھتے ہیں اور نہ اس پر ایمان لاتے تو اس کے بعد پھر وہ کس بات پر یقین لائیں گے؟ مطلب یہ کہ اس سے ہٹ کر وہ کسی بات پر یقین نہیں لاسکتے۔ کیونکہ کوئی کتاب جو ایسی خوبیاں رکھنے والی ہو، نہ اس سے پہلے تھی، نہ اس وقت ہے اور نہ آئندہ ہوسکتی ہے تو کفار کی ساری باتیں بے سروپا خلاف عقل ناقابل تسلیم ہوں گی۔ وہ لاکھ عذر تراشی کریں سب لغو اور آخرت میں ناقابل قبول ہونگی۔

والمرسلات کے ختم کا ادب حدیث شریف میں آیا ہے کہ قاری یعنی تلاوت کرنے والا جب اس آیۂ کریمہ پر پہنچے تو یوں کہے :۔ آمنّا باللہ۔ ہم نے اللہ سبحانہ کا یقین کیا اور اس پر ایمان لائے۔" یہ ادب سورۂ والمرسلات کی خارج نماز تلاوت کرنے سے متعلق ہے۔ یہ حکم عند الاحناف ہے اور ہمارے امام سیدنا امام احمد حنبل رض اور شوافع کے ہاں نماز میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ گویا یہ فبایّ حدیث کا جواب ہے۔

یہ ایسا جامع کلمہ ہے کہ ایمانیات اور اعتقادات سے متعلق سارے مسائل اس کے اندر سما جاتے ہیں۔ جب کوئی اللہ پر یقین کر لیا اور اس پر ایمان لایا تو اس کے ساتھ اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں میں لکھے ہوئے تمام اخبار و احکام اور رسولوں کی دی ہوئی جملہ ہدایتیں سب کچھ داخل ہیں ۔

سورۂ والمرسلات کی فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک میں سپیدی نمودار ہونے لگی اور اس کا یہ ظہور قبل از وقت ہی تھا تو صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا کیا بات ہے کہ حضور پر آثار پیری قبل از وقت نمایاں ہو رہے ہیں ؟ تو ارشاد مبارک ہوا:۔ شیبتنی هود والواقعة والمرسلات (حاکم بروایت صحیحہ عن ابن عباسؓ، ابن مردویہ عن سعید) مجھے سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ اور سورۂ والمرسلات نے بوڑھا بنا دیا۔" یعنی قیامت کی جو ہولناکیاں ان سورتوں میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کے پڑھنے سے مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میں قبل از وقت بوڑھا دکھائی دینے لگا۔

سورۂ والمرسلات سورۂ دھر کا تکملہ ہے سورۂ ماقبل یعنی سورۂ دھر میں ابرار اخیار کا بیان تفصیل کے ساتھ اور اشرار فجار کا اجمالی طور پر ہوا تھا اس سورت شریفہ میں کفار فجار کا بیان تفصیلی اور متقین محسنین کا بیان اجمال و

اختصار کے ساتھ ہوا ہے اس طرح ہر دو فریق کے بیان کی تکمیل فرما دی گئی اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی۔ اجمالی بیان اگر متن ہے تو تفصیل اس کی شرح ہے۔ یہاں اصول القرآن یفسر بعضہ بعضاً کارفرما ہے۔

خاتمہ الحمد للہ کہ سورۂ والمرسلات کی تفسیر ختم ہوئی اور اسی کے ساتھ انتیسویں جزو کی تفسیر بھی ختم ہو رہی ہے۔ آئندہ عمّ یتساءلون کی تفسیر شروع ہوگی ان شاء اللہ المستعان وعلیہ التکلان۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا محمد حبیب رب العالمین کاشف کرب المکروبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الاکرمین اجمعین۔

۹ صفر المظفر ١٣٧٩ھ روز شنبہ